جناب ڈاکٹر قیصر علی*

(آخری قسط)

دینی تحریکات میں ربط و تعلق کی ضرورت واہمیت

صوبہ خیبر پختونخوا کے شعبہ انجینئرنگ کے نامور شخصیت جناب انجینئر ڈاکٹر قیصر علی صاحب، جہاں اپنے شعبے میں اپنی اعلیٰ کارکردگی کی بناء پر ممتاز حیثیت کے حامل ہیں تو دوسری جانب دینی اصلاحی اور تصوف کے شعبوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص قبولیت سے نوازا ہے، چنانچہ جدید تعلیمی درسگاہوں، روشن خیال طبقوں اور عصری علمی حلقوں میں مختلف عنوانات سے وقتاً فوقتاً اصلاحی خطبات اور سوال و جواب کی مجالس کے انعقاد کے سلسلے میں شرکت کرتے رہتے ہیں۔ زیرنظر اصلاحی بیان بھی انہوں نے اسلامی جمعیت طلبہ کی دعوت پر شاہ ولی اللہ ہاسٹل نمبر۳، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی پشاور میں فرمایا۔ جس میں ایک بڑی تعداد میں یونیورسٹی کے طلباء نے شرکت کی۔ خطاب اور موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اسے نذر قارئین کیا جارہا ہے......(مدیر)

جہاد مگر علم جہاد کی ضرورت

کچھ لوگ صرف جہاد پر زور دیتے ہیں حالانکہ جو لوگ بغیر اصلاح کرائے ہوئے جہاد کے لیے چلے جاتے ہیں تو وہ بجائے اصلاح کے فساد برپا کردیتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف مدارس ہونے چاہئیں۔ افسوس اس بات پر ہے کہ آج دین کے یہ چھ شعبے ایک دوسرے کی حمایت کی بجائے مخالفت کررہے ہیں۔ ہونا یہ چاہئے کہ دین کی اشاعت وترقی کا کام کرنے والے سارے شعبوں کے لوگ ایک دوسرے کا احترام کریں اور باہمی خیرخواہی کا رویہ اپنائیں۔ کچھ عرصہ پہلے گاؤں میں رواج تھا کہ لوگ گندم کی کٹائی کے لئے گاؤں والوں کو جمع کرتے اور سب مل کر گندم کاٹتے۔ جسے پشتو میں 'اَشر' کہتے ہیں۔ تو اشر میں اگر کوئی بندہ مضبوط ہو اور زیادہ گندم کاٹتا ہو تو آپ اس سے خوش ہوں گے کہ نہیں؟ ضرور ہوں گے کیونکہ وہ آپ ہی کے کام میں مدد کررہا ہے۔ اس لیے اگر ایک آدمی سیاست کے میدان میں دین کی سربلندی کے لیے اخلاص سے کوشش کررہا ہے اور ایک تبلیغ میں کام کرنے والا شخص اُس کے متعلق یہ کہے کہ اُس آدمی کو سیاست چھوڑ کر ہمارے ساتھ آنا چاہیئے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ غلط کررہا

---

* پروفیسر یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی پشاور

ہے تو تبلیغی بھائی کی یہ سوچ اخلاص کے خلاف ہوگی۔اور ایسا سوچنے والا شخص بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہے وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ میں دین کی ترقی کیلئے کام کر رہا ہوں حالانکہ ایسا شخص دین کی ترقی نہیں چاہتا بلکہ تبلیغی جماعت کی ترقی چاہتا ہے۔ اِسی طرح اگر سیاست میں کام کرنے والا کوئی شخص سوچتا ہے کہ تبلیغ والے جہاد کی بات نہیں کرتے تو سیاست میں کام کرنے والے اِس شخص کی سوچ بھی درست نہیں ہے۔ اور یہ شخص کم فہمی اور غلطی کا شکار ہے کیونکہ یہ سمجھتا ہے کہ جو کام میں کر رہا ہوں کام تو بس وہی ہے باقی تو سب لوگ وقت ضائع کر رہے ہیں۔تو یہ سوچنے والا آدمی دین کا کام نہیں کر رہا بلکہ اپنی جماعت کے ووٹ بڑھانے کیلئے کام کر رہا ہے حالانکہ مقصود اپنی جماعت کے ووٹ بڑھانا تو نہیں بلکہ مقصود تو رضائے الٰہی اور اشاعت دین ہے۔

روحانی طور پر مضبوط شخصیات کی ضرورت

میسوڈونیا (مقدونیا) میں میری ملاقات ایک بہادر مسلمان بھائی سیف اللہ سے ہوئی۔سیف اللہ یوگوسلاویہ کی فوج کے کمانڈوز میں سے تھا۔مسلمان ہونے کی وجہ سے بے پناہ تشدد سے گزارا گیا لیکن اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے وہ ہر اذیت کو برداشت کرتا رہا۔ بعد ازاں جب روس ٹوٹ گیا اور مقدونیا آزاد ہوگیا تو وہاں پہلی بار آذان اِس مردِ مجاہد نے دی ہے۔ سیف اللہ بھائی نے اس خطہ میں دین کی اشاعت اور ترقی کیلئے بہت کام کیا ہے تو کیا ہم یہاں بیٹھے اِسی زعم میں مبتلا رہیں کہ اگر کوئی کام کر رہا ہے تو صرف ہم ہی ہیں۔ایسا سوچنا اخلاص کے منافی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ریاکاری اور عجب سے بچائے۔ دین کا کام کرنے والوں میں اخلاص ہونا چاہیے۔اُنہیں روحانی طور پر بھی مضبوط شخصیت وکردار کا حامل ہونا چاہیے اور اپنے شعبے میں کام کرنے کے ساتھ ساتھ ہر وقت اپنی اصلاح پر کڑی نظر اور اپنی فکر ہونی چاہئے۔

فہم قرآن اور عمل

جو مضمون مجھے بیان کرنا تھا وہ تو میں نے بیان کر دیا اب اس محفل کے موضوع فہم القرآن کے سلسلے میں کچھ باتیں عرض کر دیتا ہوں۔سب سے پہلی بات جو اس لفظ 'فہم القرآن' سے متعلق ہے اور میں نے اپنے شیخ ومربی حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم سے سیکھی ہے وہ کہ یہ لفظ فہم نہیں بلکہ فَہم ہے یعنی زیر کے ساتھ نہیں بلکہ زبر کے ساتھ ہے اور اِسکے معنی ہیں سمجھ بوجھ تو فہم القران کا مطلب ہوا قرآن کی سمجھ بوجھ اور قرآن کو سمجھنے کا حق یہ ہے کہ اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے،صرف معلومات کو قرآن فہمی کہنا صحیح نہیں۔

ایک یہودی پروفیسر کا علم قرآن

کچھ عرصہ پہلے ملائیشیا کا ایک خلاباز (Astronomar) سائنسی تحقیقات کیلئے خلا کے سفر پر

گیا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا وہاں اُسے چند مسئلے ایسے درپیش ہوئے جس کا جواب اُس کے پاس نہیں تھا۔ جیسے وضو میں یہ شرط ہے کہ پانی چہرے پر بہہ جائے۔ لیکن چونکہ خلا میں Gravitational Force یعنی کشش ثقل نہیں ہوتی اِس لئے پانی بہنے کی بجائے چہرے اور ہاتھ پاؤں سے چپک جاتا ہے۔ اور جب پانی بہے گا نہیں تو وضو نہیں ہوگا۔ اس طرح سجدہ کس طرف کرے گا یعنی رخ کس طرف رکھے گا۔ پھر یہ کہ روزہ کے اوقاتِ سحری اور افطار کا مسئلہ، مختصر یہ کہ اُس نے ایک سوالنامہ بھیجا۔ تو آپ کو معلوم ہے اُس کے سوالوں کا جواب کس نے دیا؟ Standford University امریکہ کے ایک یہودی پروفیسر نے اُس مسلمان خلاباز کو اُسکے سوالوں کا جواب دیا اور وہ بھی بالکل صحیح اور درست۔ اُس یہودی پروفیسر کو قرآن کا علم تو حاصل تھا لیکن فہم نہیں تھا۔ اِسی لئے تو اُس نے اسلامی احکامات کے مطابق سو فیصد صحیح اور درست جواب دیا لیکن فہم نہ ہونے کی وجہ سے وہ عمل کی توفیق سے محروم تھا لہٰذا آخرت کے لحاظ سے ناکام رہا۔ تو فقط قرآن کا ترجمہ وتفسیر سمجھنا مکمل عمل نہیں، بلکہ ادھورا کام ہے۔ یہ مکمل تب ہوگا جب ہمارا عمل بھی عین قرآن کے تقاضوں کے مطابق بن جائے۔ اور قرآن کی نورانیت اور روحانیت ہماری زندگی میں آ جائے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ صحابہ کرامؓ کی تمام جماعت عربی زبان جانتی تھی یا نہیں؟ یقیناً جانتی تھی تو پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ قرآن کی آیات کی تلاوت کرنا بھی آپکی ذمہ داری ہے اور انکو کتاب وحکمت کی تعلیم دینا بھی آپکی ذمہ داری ہے۔

قرآن کے دو قسم کے مضامین

اس کے علاوہ آج کل کے دور میں یہ بھی ایک بہت بڑی غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے کہ ہر شخص سوچتا ہے کہ اگر میں عربی زبان کا چند ماہ کا کورس کرلوں تو پھر میں اِس قابل ہو جاؤنگا کہ قرآن سے مسائل نکالوں۔ یہ بہت خطرناک اور نقصان دہ بات ہے۔ قرآن میں دو قسم کے مضامین بیان ہوئے ہیں۔ ایک قسم کے مضامین تو نصیحت کے ہیں۔ جس کے بارے میں ارشاد ہے

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ" (قمر:۱۷)

''اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان بنا دیا ہے۔''

یہاں پر لفظ ''ذکر'' استعمال ہوا ہے جس کے معنی نصیحت کے ہیں۔ دوسری قسم کے مضامین احکام اور مسائل پر مشتمل ہیں۔ تو قرآن مجید نصیحت کیلئے آسان ہے دینی مسائل کے استنباط (Derivation) کیلئے آسان نہیں ہے۔ ہاں یہ نصیحت کیلئے آسان ہے اِسکے عبرت آموز قصے، گزشتہ اقوام کے واقعات نصیحت کیلئے آسان ہیں اور انتہائی دل چسپی اور کشش کے حامل ہیں۔ جنت ودوزخ اور آخرت کے

حالات جب قرآن بیان کرتا ہے تو آدمی پر ایک روحانی کیفیت طاری ہوتی ہے جو انسان کی آخرت کیلئے نیک اعمال میں مدد کرتا ہے، اور خوف خدا اور حب الٰہی کے پیدا ہونے کا ذریعہ ہے۔

استنباط عن القرآن کے لئے دیگر علوم سے واقفیت

لیکن قرآن سے احکامات کا استنباط (Derivation) عام لوگوں کے بس کی بات نہیں۔ چاہے کوئی لاکھ عربی زبان جانتا ہو، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ فقط ایک سورۃ بقرہ سیکھنے میں مجھے پانچ سال لگ گئے۔ حالانکہ وہ تو عربی جانتے تھے بلکہ اہل زبان تھے پھر کیوں ایک سورت سیکھنے میں پانچ سال لگے؟ ان سے کسی نے پوچھا تو اُنہوں نے جواب میں فرمایا کہ جب تک میں دس آیات کو پڑھ کر اُس پر عمل نہیں کر لیتا تھا آگے نہیں بڑھتا تھا اور آج اگر کوئی شخص تھوڑی بہت عربی زبان سیکھ لے تو فوراً اِس زعم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ میں اب اس قابل ہوں کہ قرآن کے مضامین کو خود سمجھ سکوں۔ بلکہ لوگ تو اِس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ جاتے ہیں اور قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر لکھنا شروع کر دیتے ہیں، یہ انتہائی خطرناک اور نامناسب بات ہے۔

تفسیر قرآن کے لئے چار علوم پر عبور و مہارت

علمائے کرام کہتے ہیں کہ قرآن کی تفسیر کیلئے چار بنیادی علوم آنے چاہئیں۔ اُن میں ایک تو عربی زبان پر مکمل عبور ہے، مدارس میں آپ جائیں تو وہاں طلبہ کو وہ عربی بھی پڑھائی جاتی ہے جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ اور اُس سے پہلے جزیرہ عرب میں رائج تھی۔ اسکے طویل قصیدے اور نظمیں طلبہ کو پڑھائے اور یاد کرائے جاتے ہیں، تاکہ وہ عربی زبان کی وہ استعداد حاصل کر لیں کہ قرآن کے مفہوم کو سمجھ سکیں، دوسری چیز علم حدیث ہے۔ قرآن کی تشریح احادیث کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جسکا مفہوم ہے کہ: میں نے قرآن نازل کیا اور آپ قرآن کو انکے سامنے بیان کریں (النحل: ۴۴) لہٰذا قرآن کی تشریح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کی ہے۔ حدیث کی کتاب صحیح بخاری آپ دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ سورۃ فاتحہ سے لیکر سورۃ الناس تک تقریباً قرآن کی ہر سورت کی تشریح احادیث میں موجود ہے۔ اس لیے علم حدیث کے بغیر قرآن کی تشریح نہیں ہوسکتی۔ تیسری چیز فقہ اور تفسیر کا علم ہے اور چوتھی چیز اصول عقائد و کلام یعنی عقائد اور منطق کا علم۔ قرآن کی تشریح احادیث مبارکہ ہیں اور حدیث کی تشریح صحابہؓ کا عمل ہے تو قرآن کی تشریح کیلئے اتنے علوم کی ضرورت ہے۔ ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ جو بغیر علم کے قرآن کی تشریح کرے تو وہ جہنمی ہے۔ آپ حضرات جب قرآن کا ترجمہ یا تفسیر پڑھیں تو اس میں بہت احتیاط کریں۔ ایسی تفسیر پڑھیں جس پر جمہور علماء متفق ہوں۔ مودودی صاحب کی

تفسیر پر چونکہ کچھ علماء کو تحفظات ہیں لہٰذا آپ لوگ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر ''بیان القران''، شبیر احمد عثمانیؒ کی تفسیر ''تفسیر عثمانی''، مفتی شفیع صاحبؒ کی تفسیر ''معارف القرآن'' پڑھیں یا مفتی تقی عثمانی صاحب کی تفسیر ''آسان ترجمہ قرآن'' جو بہت سادہ اور آسان ترجمہ اور تفسیر ہے اس کو پڑھیں۔

صحابہ کرامؓ سے محبت

ایک یہ بات ذہن نشین کریں کہ صحابہ کی محبت کے بغیر بھی دین نامکمل ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں۔ اِن میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے فلاح پاؤ گے۔ ایک دوسرے ارشاد کا مفہوم ہے جو میرے صحابہؓ سے محبت رکھتا ہے گویا مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو اِن سے بُغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بُغض رکھتا ہے۔ اِس لیے آپ سب حضرات سے درخواست ہے کہ اگر کہیں کوئی ایسا مواد صحابہؓ کے متعلق آپ کی نظر سے گزرے یا آپ سنیں تو پہلے تو اس کی اچھی توجیہہ (تاویل) کر دیا کریں ورنہ صاف کہہ دیا کریں کہ مجھ سے قبر میں ان باتوں کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا تو میں کیوں اِن کی تحقیقات میں پڑوں۔ آپ نے کبھی یہ نہیں سُنا ہوگا کہ کوئی شخص اپنے والد اور چچا کے درمیان اختلافات کے چرچے سرعام کرتا پھر رہا ہو بلکہ سمجھدار آدمی ایسی باتوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ تو جس طرح خاندانی بزرگوں کی بے عزتی ہم سے برداشت نہیں ہوتی تو اسی طرح اپنے دینی اکابر کے بارے میں بھی انتہائی احترام اور ادب کا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ صحابہؓ، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین شاگرد اور ساتھی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ہر چیز سے بڑھ کر عزیز تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارے پر سب کچھ قربان کرنے والے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا انھیں اپنی جان سے زیادہ محبوب تھی۔

صحابہ کرامؓ کا عشق نبوی

حضرت عثمانؓ کا واقعہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کفار مکہ سے مذاکرات کے لیے بھیجا۔ حضرت عثمانؓ کا بہت بڑا قبیلہ تھا بنو امیہ کا اور مالدار آدمی تھے۔ ان کے چچا زاد بھائی ملنے کے لیے آئے تو انھوں نے دیکھا کہ یہ تو وہ عثمانؓ نہیں رہے جو پہلے تھے۔ عربوں میں اس وقت لنگی ٹخنوں سے اوپر باندھنا ذلت کی نشانی سمجھی جاتی تھی اور عزت کی نشانی یہ سمجھی جاتی تھی کہ لنگی زمین پر گھسٹتی ہو۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا تھا کہ لنگی کو آدھی پنڈلی تک باندھیں گے ورنہ ٹخنوں سے اوپر تو ضرور باندھیں گے۔ تو ان کو چچا زاد بھائیوں نے کہا کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ آپ تو ہماری عزت کو خاک میں ملا دیں گے۔ آپ ذرا اس لنگی کو نیچے کریں۔ تو انھوں نے کیا جواب دیا؟ نیچے اپنے لنگی کو دیکھا۔ پھر اُنھیں دیکھا اور فرمایا ''لیکن میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے ہی کرتے ہیں''۔ کوئی دلیل

نہیں دی، کوئی بحث وتکرار نہیں کی۔ بڑی سادگی سے اپنے لنگی کو دیکھا اور فرمایا ''میرے حبیب تو ایسے ہی کرتے ہیں''۔ان کے بار بار اصرار کرنے پر بھی آپؓ یہی فرماتے رہے، کیونکہ جس کو وہ لوگ عزت سمجھتے تھے وہ آپؓ کو مطلوب ہی نہیں تھی بلکہ اسکے مقابلے میں آپؓ کو وہ بدنامی، جو محض ان لوگوں کے خیال میں بد نامی تھی، زیادہ محبوب تھی جس سے آپؓ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو، اسکو ایک شاعر بیان کرتا ہے۔

گرچہ بد نامی است نزد عاقلاں

ما نہ می خواہیم ننگ ونام را

''اگرچہ دنیا کے نام نہاد دانشوروں کی نظر میں یہ (میرا عمل) بدنامی ہے۔لیکن

میں کیا کروں کہ میں کسی عزت اور نام ونمود کا خواہشمند ہی نہیں ہوں۔''

ایک دوسرے صحابی ہیں ابومحذورہؓ، فتح مکہ کے وقت چھوٹی عمر کے تھے۔ جب مکہ فتح ہوگیا، حضرت بلالؓ اذان دے رہے تھے۔تو انھوں نے حضرت بلالؓ کی نقل اتارنی شروع کی۔ یہ صحابی خود کہتے ہیں کہ اس وقت میرے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہت نفرت تھی کہ ان لوگوں نے ہمارے شہر پر قبضہ کرلیا ہے،تو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آواز سنی تو مجھے اپنے پاس بلایا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ آج کے بعد مکہ مکرمہ میں اذان آپ دیں گے، فرماتے ہیں کہ اس وقت میرے دل میں محبت کے ایسے جذبات اٹھے کہ میرا جی چاہا ابھی جان نچھاور کروں۔ یہ صحابی جوان ہوئے، بوڑھے ہوئے لیکن مرتے دم تک بال نہیں کاٹے۔لوگ ان سے کہتے کہ آپ نے بال اتنے لمبے کیوں کئے ہیں ان کو کاٹتے کیوں نہیں؟ وہ فرماتے کہ آخر ان پر ہاتھ کس نے پھیرا ہے! بھلا میں ان کو کاٹ سکتا ہوں! یہ صحابہ کرامؓ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی مثالیں ہیں۔اِنہی صحابہؓ کے ذریعے سے قرآن مجید اور اس کی تفسیر ہم تک پہنچی ہے۔

درس قرآن کے لئے مستند تفاسیر سے استفادہ

آپ لوگ درس قرآن کی مجالس ضرور منعقد کیا کریں، لیکن جب کبھی قرآن مجید کے کسی آیت کی تشریح کریں تو مستند تفاسیر پر انحصار کریں، اور کبھی اپنی رائے سے قرآن کی تشریح نہ کریں، یہ انتہائی خطرے کی بات ہے۔ اسی طرح اپنی مجالس میں درس کے لیے اُن آیات کو مدنظر رکھیں جن میں نصیحتیں ہوں اور جنت وجہنم کا تذکرہ ہو، آج کل ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ میں یہ بیماری پھیلی ہوئی ہے کہ انگریزی اخبار کے دو آرٹیکل پڑھ کر اور T.V پر ٹاک شو دیکھ کر اپنے آپ کو دانشور سمجھنے لگتے ہیں اور ہر معاملے میں اپنی رائے پیش کرتے ہیں، یہاں تک کہ قرآن مجید کی آیات کے بارے میں بھی actually,basically کہہ کر کہتے ہیں کہ ہمارا خیال تو یہ ہے۔اس معاملے میں انتہائی احتیاط کریں، خدانخواستہ کوئی ایسی بات

زبان سے نہ نکل جائے کہ ایمان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

لہٰذا جو بھی عمل کریں اور دین و دنیا کے جس شعبے سے بھی تعلق رکھیں، اللہ تعالیٰ کے حکم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق زندگی گزاریں پھر آپ دیکھیں کہ اللہ آپ کو کیسے قرآن کا فہم نصیب کرتا ہے۔ پھر آپ کو قرآن پڑھنے میں ایسا مزہ آئے گا کہ جیسے اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہے ہو، صوفیا تو اس کے بارے میں کہتے ہیں......

در سخن مخفی منم چو بوئے گل در برگ گل ہر کہ دیدن میل دارد، در سخن بیند مرا

''میں اپنی تحریر میں ایسے پوشیدہ ہوں جیسے پھول کی خوشبو پھول کی پنکھڑی میں۔ جو میری دید کا خواہاں ہو وہ مجھے میری تحریر (قرآن پاک) میں دیکھے۔''

قرآن تو اللہ تعالیٰ کا محبت بھرا کلام ہے۔ ہمارے حضرت مولانا اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن میں جب یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْ آتا ہے تو یہ اس طرح ہے کہ جیسے باپ بچوں سے کہتا ہو''اے زمہ بچو'' (اے میرے بچو!) اور اس کے بعد جو بات ہوتی ہے وہ بہت اہم بات ہوتی ہے تو قرآن میں تو اللہ تعالیٰ کی محبت بھری باتیں ہیں، دلچسپ واقعات ہیں اور عجیب وغریب انکشافات ہیں۔

تلاوت قرآن کا اثر

حضرت جبیر بن مطعمؓ ایک صحابی ہیں، جنگ بدر کے بعد مسلمان ہوئے، جنگ بدر میں جو کفار قید ہوئے تھے ان کے بارے میں مذاکرات کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، فرماتے ہیں کہ میں ایسے وقت میں آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے اور نماز میں سورۃ طور کی تلاوت فرما رہے تھے۔ تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت شروع کی وَالطُّوْرِ ۝ وَ کِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ اور اس طرح پانچ قسمیں کھائیں اور پھر جب پڑھا کہ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ کہ آپ کے رب کا عذاب تو آ گیا تو وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی تو مجھے ایسا لگا کہ آسمان مجھ پر گر جائے گا اور میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ میں بے ہوش ہونے کے قریب ہو گیا۔ قرآن پاک تو ایسا دِلوں کو دھلا دینے والا ہے۔ وقت کم ہے میں اپنی تقریر اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

حیف کہ تاثیر اس کی تیرے دل پر کچھ نہ ہو
کوہ جس سے خاشعاً متصدعاً ہونے کو ہے

یعنی افسوس اگر تیرے دل پر قرآن کا اثر نہ ہو حالانکہ اگر اسے پہاڑوں پر اتارا گیا ہوتا تو وہ اس کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کی محبت اور اس پر عمل نصیب کریں۔